© rasailojaraid.com

حقائق السنن شرح ترمذی

پر

ایک نظر

داعیٔ کبیر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کا حضرت شیخ الحدیثؒ کے افادات ترمذی پر وقیع مقدمہ اور مولانا سمیع الحق مدظلہ کے نام مکتوب

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نئی تحقیقات، تازہ رجحانات، نئے شبہات وسوالات، سائنسی ایجادات، فہم حقائق، بقاء اعراض، مسلک اہلِ سنّت کا اعتدال وتوازن، فن حدیث میں رسوخ وعمق، علمِ رجال، علم جرح وتعدیل، عارفانہ ومتکلمانہ مباحث، غرض ہمہ پہلو جامع بحث، اسی طرح دلنشین انداز سے کرتے ہیں جو اُن کے اساتذہ اور اسلاف کا شیوہ رہا ہے۔

محب گرامی قدر مولانا سمیع الحق صاحب زید توفیقہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے مزاج بعافیت ہوگا اور حضرت والد ماجد مدت فیوضہ صحت وعافیت کے ساتھ مشغول افادہ وافاضہ ہوں گے۔ بارك الله فی حیاتهم وفیوضهم

کچھ عرصہ ہوا آپ کا ایک خط اس فرمائش کے ساتھ آیا تھا کہ میں حضرت کے افادات "حقائق السنن" پر بطور مقدمہ اور پیش لفظ کے کچھ لکھوں، میں نے اس کا جواب دیا تھا کہ یہ بات میری حیثیت اور سطح سے بلند ہے کہ "ایاز قدرِ خود را بشناس" اس کے لیے پاکستان یا ہندوستان کے کوئی جلیل القدر عالم جن کا حدیث شریف سے اشتغال اور اس پر وسیع نظر ہو زیادہ موزوں ہوں گے۔ غالباً آپ نے میری یہ معذرت حقیقتِ حال پر مبنی ہونے کی بنا پر قبول کر لی لیکن اس کے بعد میں نے کتاب پر نظر ڈالی اور اس کا داعیہ پیدا ہوا کہ میں اس پر اپنے تاثرات اور رائے کا اظہار کردوں، یہ ایک شہادت بالحق ہوگی۔ چنانچہ میں نے ۱۷ صفحے کا ایک مضمون حوالہ قرطاس کیا، اب بمبئی آکر اس کو ایک عزیز دوست کے حوالہ کر رہا ہوں جو دو چار دن میں کراچی ہوکر حجاز جانے والے ہیں، میں نے اُن کو ہدایت کی ہے کہ وہ کراچی سے اس کو بذریعہ رجسٹری پوسٹ کردیں، یہاں سے ڈاک سے بھیجنے میں بڑی طوالت ہوگی اور معلوم نہیں رقابہ کے کن مرحلوں سے گذرنا پڑے ــــ مقدمہ کے بارے میں میری اب بھی وہی رائے ہے لیکن آپ کو اس مضمون کے بارہ میں اختیار ہے کہ آپ اس سے جو کام لینا چاہیں لے سکتے ہیں۔ اگر مقدمہ کسی دوسرے فاضل کے قلم سے ہوگیا ہو تو اس کو آپ "الحق" میں بطور مضمون کے شائع کرسکتے ہیں۔ اس کی رسید سے ضرور مطلع کریں۔

معلوم نہیں "تاریخ دعوت وعزیمت" کا پانچواں حصہ جو حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہؒ سے مخصوص ہے کراچی میں چھپا، اور آپ تک پہنچا یا نہیں، اگر اتنی تاخیر کا اندیشہ ہوتا تو میں براہِ راست بھیجدیتا، حضرت والد صاحب کی خدمت میں بہت بہت سلام، درخواست دعا اور اس خدمتِ حدیث پر دلی مبارکباد اور اظہارِ تشکّر۔ تقبلہ اللہ تقبلاً حسناً ــــ خط کا جواب لکھنؤ کے پتہ پر عنایت فرمائیں ــــ والسلام، دُعاگو وطالب دُعا ــــ ابوالحسن علی، پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ (۱۲ اکتوبر ۱۹۸۲ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہٗ والصلاۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ!

کتبِ صحاح کے درمیان جامع ترمذی کا خاص مقام ہے جسے ہر دور میں اُمت میں بڑی مقبولیت حاصل رہی ہے اور اس کی بلندیٔ مرتبہ پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امت کا اجماع ہے۔ انہوں نے اپنے دونوں اساتذہ امام محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ اور امام مسلم بن حجاج قشیریؒ کی تحقیقات، صحیح احادیث حاصل کرنے کی کوششوں اور تمام سابقہ علمی کاوشوں سے فائدہ اٹھایا ہے۔ اور ائمہ و مصنفین حدیث کے درمیان سے اپنا راستہ نکالا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تصنیفی ملکہ، قوتِ اجتہاد، فنی قدرت و قوت بطور خاص عطا کی ہے۔ اس کے ساتھ ان کی عقل و علم میں پختہ عمر کے تقاضا سے مزید پختگی اور گہرائی پیدا ہوئی جس میں ان کی طویل فنی تمرین، ائمہ فن کی طویل صحبت اور ان سے محبت و وفاداری، ان کے فضل و تقدم کا اعتراف، ان کے زہد و تواضع، بے غرضی، دعا میں اشتغال اور اللہ کے لیے تضرع و ابتہال کو بھی حاصل دخل ہے۔

صحیحین کے قاری کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مؤلفین صحت و باریک بینی اور فنی قدرت کی انتہا پر ہیں اور سنن ابی داؤد میں اسے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے احادیث احکام کو بہترین نظم و ترتیب عطا کی ہے اور انہوں نے بعد والوں کے لیے کچھ چھوڑا نہیں ہے۔ اس لیے احادیثِ صحیحہ پر مشتمل کوئی کتاب ترتیب دینا تحصیل حاصل اور بے فائدہ کام ہے۔ مگر امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ نے ساٹھ سال سے زائد عمر میں (جو ذہنی پختگی کی عمر ہوتی ہے) اپنی کتاب تالیف کی جس میں ان کی تصنیفی صلاحیت واضح طور پر سامنے آئی اور انہوں نے ثابت کر دیا کہ اس کتاب نے صدر اسلام کے عظیم حدیثی ذخیرے میں ایک قیمتی اور نیا اضافہ کیا ہے، انہوں نے اس کتاب میں اپنے دونوں استاذوں امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کے طریقہ پر فقہ و حدیث کو بڑی خوبی کے ساتھ جمع کر دیا ہے اور دونوں کے محاسن اور خصوصیات اپنائی ہیں، انہوں نے متعدد روایات کو امام مسلمؒ کی طرح ایک جگہ جمع کر دیا اور امام بخاریؒ کے طریقہ پر اسنادی فوائد کو کتاب میں متعدد جگہوں پر رکھا اور ایک ایک حدیث پر کلام کیا اور ایسی مخصوص علمی اصلاحات اپنائیں جن میں وہ منفرد ہیں اور وہ کسی اور کتاب میں نہیں پائی جاتیں۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس موضوع پر کام کیا جسے آج "تقابلی فقہ" (الفقه المقارن) کہا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے زمانہ کے فقہی و اجتہادی دبستانوں کی جس طرح حفاظت کی اس کا امت کو اعتراف کرنا چاہئے، وہ نہ ہوتے تو بہت سے ائمہ کے نتائج اجتہاد نظر کے سامنے نہ آتے۔ اپنے جامع کی اس خصوصیت کے سبب یہ کتاب حدیث و سنت کی کتابوں کے درمیان ممتاز و منفرد ہو گئی ہے اور سب سے قدیم و قابلِ اعتماد مرجع بن گئی ہے۔ خاص طور پر غیر مروج مذاہب فقہ جیسے امام اوزاعیؒ، سفیان ثوریؒ اور اسحٰق بن راہویہؒ کے مذاہب کے لیے۔ یہ بھی ان کے حسنات میں ہے کہ انہوں نے بعد میں آنے والوں کیلئے امام شافعیؒ کی قدیم فقہ بھی محفوظ کر دی ہے۔

اس طرح جامع ترمذی ان احادیث حسنہ کے لیے مرجع اساسی بن گئی ہے جو ایک قیمتی حدیثی ذخیرہ ہیں اور جن سے استغنا ممکن نہیں۔ معتمد محدثین کبار میں سے ہم کسی کو اس طرف امام ترمذیؒ کی طرح متوجہ نہیں پاتے ہیں۔ اسی لیے امام ابوعمر عثمان بن صلاحؒ اپنی کتاب "علوم الحدیث" میں کہتے ہیں کہ "امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ کی کتاب حدیث حسن کی معرفت کے لیے اصل ہے، وہی ہیں جنہوں نے اس کا نام روشن کیا اور اپنی جامع میں اس کا بکثرت ذکر کیا ہے[1]"۔

پھر انہوں نے علم رجال اور علم جرح و تعدیل پر خصوصی توجہ کی اور فنِ اسناد کے بعض منفرد رجحانات کے لیے ممتاز ہوئے جسے فن حدیث کا کوئی ناقد بصیر ہی جان سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کتاب حدیث کے فنون کثیرہ پر مشتمل ہے۔ اسی لیے حافظ ابن الاثیرؒ نے جامع الاصول میں لکھا ہے کہ:

> "یہ سب سے اچھی کتاب ہے جس میں فوائد کی کثرت، اچھی ترتیب اور تکرار بہت کم ہے، اور اس میں اُن مذاہب کا بھی ذکر ہے جو اور کتابوں میں نہیں، وجوہ استدلال احادیث کی نوعیت، صحت و سقم اور غرابت کا بیان ہے اور جرح و تعدیل سے کام لیا گیا ہے"۔

امام ابواسمٰعیل عبداللہ محمد بن الانصاری کہتے ہیں:

> "ان کی کتاب میرے نزدیک بخاری و مسلم کی کتابوں سے زیادہ مفید ہے کہ اس کے فوائد تک ہر شخص کی رسائی ہو سکتی ہے"۔

بڑی مسرت و طمانیت کی بات ہے کہ استاذ العلماء شیخ الحدیث مولانا عبدالحق بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پاکستان دام فیضہم کی درس ترمذی کی تقریریں اور امالی و افادات کی جلد اول "حقائق السنن" منظر عام پر آگئی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث کے فرزند گرامی مولانا سمیع الحق مدیر "الحق" و استاذ حدیث دارالعلوم حقانیہ اور مولانا عبدالقیوم حقانی نہ صرف طلبائے علم حدیث بلکہ حدیث کے کہنہ مشق، وسیع النظر و فاضل اساتذہ کے بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ ان کے تعاون و نگرانی سے یہ علمی صحیفہ جو ایک ماہر فن اور دقیق النظر استاذ حدیث کے وسیع مطالعہ، طویل تجربہ اور دیدہ ریزی اور جگر کاوی کا نتیجہ ہے، اہل علم کے سامنے آیا۔ حضرت شیخ الحدیث نصف صدی سے تدریس حدیث کی خدمت انجام دے رہے ہیں، وہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ممتاز شاگرد اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں۔ ان میں دقیق مباحث کو شستہ انداز اور سلجھے ہوئے پیرایہ میں بیان کرنے کی خداداد صلاحیت ہے۔ انہوں نے چالیس سال تک دارالعلوم حقانیہ میں ترمذی کا درس دیا۔ یہ تقریریں ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے محفوظ کی گئیں، مولانا نے پورے مسودہ پر نظر ڈالی اور ضروری ترمیم و اصلاح فرمائی، تشنہ مقامات پر مزید بحث کی اور مرتب شدہ "امالی"

۱؎ علوم الحدیث صفحہ ۱۴-۱۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

درس کی وہ تقریریں وافادات جو قلمبند کر لیے گئے تھے، سے بھی کام لیا گیا۔

مولانا چونکہ حدیث کے عالم واستاذ ہونے کے ساتھ (اپنے شیخ و استاد کی تبعیت میں) تزکیہ وسلوک کے بھی رمز آشنا ہیں اس لیے کتاب میں جا بجا لطائفِ تصوف اور علمی وجدانی نکات بکھرے ہوئے نظر آئیں گے۔ جا بجا دلچسپ سبق آموز واقعات وحکایات درس پڑھنے والے کے لیے دلآویزی کا ذریعہ اور موعظت وتربیت کا سامان ہیں۔ فضلائے قدیم کی طرح اپنے اساتذہ سے عقیدت وشغف خاص طور سے حضرت مدنیؒ سے غیر معمولی عقیدت کتاب میں جھلکتی ہے۔ فنی وتحقیقی حیثیت سے بھی کئی بحثیں مختصر ہونے کے باوجود بصیرت افروز اور اصولی قدر وقیمت کی حامل ہیں۔ مثلاً تعریفِ حدیث میں قید من حیث انہ رسول کی ضرورت و افادیت، مؤرخ ومحدث کے فرق کی تشریح، متقدمین ومتاخرین کی تعریفِ حدیث کا فرق[1]، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض سہ گانہ (تلاوتِ کتاب، تعلیمِ حکمت وتزکیہ) کی تشریح[2] بعثت فی الامیین کی حکمت اور تمدنی اثرات کی اہمیت، مقامِ عبدیت اور اس کی عظمت وجلالت کا بیان[3]۔

مولانا چونکہ ایک بیدار دماغ، حساس و دردمند دل بھی رکھتے ہیں، عہدِ حاضر کے بدلے ہوئے حالات اور جدید تعلیمیافتہ نسل کے ذہن سے بھی واقفیت رکھتے ہیں اور آپ کا مطالعہ درسی اور فنی کتابوں میں محدود نہیں ہے۔ آپ نئی تحقیقات اور تازہ رجحانات سے بھی بقدرِ ضرورت متعارف ہیں، اس لیے کتاب میں جا بجا ایسے مضامین ملتے ہیں جن سے نئے شبہات وسوالات سے واقفیت اور شرحِ حدیث وتقریرِ درس میں ان سے بقدرِ ضرورت تعرض کا اندازہ ہوتا ہے، مثلاً سائنسی ایجادات وفہمِ حقائق اور سلسلۂ ارتقاء اعراض پر عالمانہ ومتکلمانہ بحث[4]، وزن الو پر اعتراض اور اس کا صحیح حل، تعددِ ازدواج پر دلنشین انداز میں بحث[5]۔ کتاب اگرچہ حدیث وفقہ کے موضوع سے تعلق رکھتی ہے لیکن مولانا کی تاریخ سے واقفیت کا بھی روشن ثبوت ملتا ہے جس کے متعلق سمجھ لیا گیا ہے کہ وہ علماء واساتذۂ دینیات کے دائرہ سے باہر ہے! اس سب کے ساتھ کتاب کے مسلک اہلِ سنت کے اس اعتدال وتوازن کا بھی اظہار ہوتا ہے جو اُن کے اساتذہ اور اسلاف کا شیوہ رہا ہے اور مکتب وخاندان ولی اللّٰہی کا شعار، مثلاً آپ نے مروان بن الحکم اور یزید پر ناقدانہ کلام کیا ہے اور ان کے بارے میں ان کے جلیل القدر معاصرین اور ائمہ حدیث کا جو نقطۂ نظر رہا ہے اس کو بلا تکلف نقل فرما دیا ہے۔

خالص درسی وفنی حیثیت سے بھی کئی ایسی بحثیں ملتی ہیں جو فنِ حدیث میں رسوخ اور عمق کا نمونہ ہے، مثلاً جامع ترمذی کی خصوصیات جس کے بارہ وجوہ بیان کیے گئے ہیں[6] بزدوی پر تنقید اور حضرت ابو ہریرہؓ کے تفقہ کا اثبات اور بعض کثیر الانواع والاسماء الفاظ کی اچھی بحث، مذہب حنفی کا اقرب الی الحدیث ہونا وغیرہ وغیرہ۔

غالباً یہ پہلی کتاب ہے جس میں اردو میں "جامع ترمذی" کی شرح و بیان کی کوشش کی گئی ہے، اور ان دشوار اور نازک مضامین کو جو ابھی تک عربی کی شروحِ حدیث اور ماہر الفن اساتذہ کے حلقۂ درس سے مخصوص تھے سلیس وشستہ اردو زبان میں پیش کیا گیا ہے۔ اس بلند پایہ کتاب پر مقدمہ لکھنے کے لیے ایک ایسی شخصیت موزوں تھی جس کی علمِ حدیث اور متون وشروحِ حدیث پر وسیع وعمیق نظر ہو اور جس کا فنِ حدیث سے طویل ومسلسل اشتغال رہا ہو۔ خدا کے فضل سے ابھی برصغیر ہند وپاکستان میں متعدد ایسی شخصیتیں موجود ہیں جو اس کام کی تکمیل کے لیے ہر طرح موزوں ومناسب ہیں۔ لیکن محترم گرامی قدر مولانا سمیع الحق صاحب کی نظرِ انتخاب اس اہم کام کے لیے اس بے بضاعت پر پڑی جس کے حدیث سے اشتغال اور اس کے درس کی مشغولیت کو عرصہ ہو گیا، شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ ساری بے بضاعتی وکم مائیگی کے باوجود مقدمہ نگار کو بھی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ سے صحیح بخاری و جامع ترمذی میں تلمذ واستفادہ کی سعادت وشرف حاصل ہوا ہے اور ع

بلبل ہمیں کہ قافیۂ گل شود بس است

راقم سطور نے ۱۳۵۲ھ (۱۹۳۲ء) میں دار العلوم دیوبند میں حضرت مدنیؒ کے درسِ بخاری اور درسِ ترمذی میں شرکت کی، اگر میرے لیے اس قابلِ قدر کتاب پر کچھ تحریر کرنے کا جواز ہے تو یہ نسبتِ گرامی۔ نیز یہ کہ صحاحِ اربعہ کا درس محدثِ عصر مولانا حیدر حسن خان صاحب ٹونکیؒ تلمیذِ خاص علامہ شیخ حسین بن محسن الانصاری یمانیؒ نزیل بھوپال سے لیا، اور کچھ عرصہ صحیح بخاری وترمذی کا درس دار العلوم ندوۃ العلماء میں اس سے متعلق رہا اور اس نے خدا کے فضل سے دار العلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور اور حرمین شریفین کے کبارِ علماء واساتذۂ حدیث کی زیارت وصحبت اور ان کے درسِ حدیث میں شرکت کی سعادت حاصل کی، اس لیے اس کا اس کتاب پر اپنے تاثرات کا اظہار کلیۃً "تحسینِ ناشناس" اور یکسر "دخل در معقولات" کا مرادف نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی عمر، صحت وقوت میں برکت عطا فرمائے، اور ان کے علمی ودینی فیوض سے زیادہ سے زیادہ طالبین کو مستفید ہونے کا موقعہ دے، نیز مؤتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کو ترقی وقبولیت عطا فرمائے جس کے ذریعہ حدیث کی یہ قیمتی سوغات اہلِ علم کے ہاتھوں میں پہنچی۔

[illegible]

---

[1] ملاحظہ ہو ص ۳۹، ۴۰ [2] ص ۴۳، ۴۶ [3] ص ۱۲۱، ۱۲۲ [4] ص ۱۲۶ [5] ص ۵۱۶، ۵۱۸ نیز حاشیہ ص ۵۱۸ [6] ص ۷۸

© rasailojaraid.com